خارجی محاذ پر ایک نظر

پچھلے دنوں جنرل پرویز مشرف نے امریکہ وکینیڈا کا دورہ کیا۔ اس دورے کے دوران میں انہوں نے مختلف فورموں پر مختلف امور پر اظہار خیال کیا۔ جنرل پرویز مشرف کے بیان کردہ بعض نکات پر تحفظات کا حق محفوظ رکھتے ہوئے ان کی درج ذیل باتوں سے مکمل اتفاق کرنا پڑتا ہے:

۱۔ کشمیر اور فلسطین میں ریاستی دہشت گردی ہو رہی ہے۔

۲۔ عالمی طاقتیں بھارت کو اسلحے کی سپلائی پر از سر نو غور کریں کیونکہ اس سپلائی سے روایتی ہتھیاروں کی دوڑ شروع ہونے کا اندیشہ موجود ہے۔

۳۔ اگر بعض مسلم تنظیمیں دہشت گردی کی کارروائیوں میں ملوث پائی گئی ہیں تو ان کے اس عمل کو بنیاد بنا کر تمام عالم اسلام کو دہشت گرد قرار دینا انتہائی منفی عمل ہے کہ اسلام اور دہشت گردی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

۴۔ ریاستی طاقت کے دو ستون ہوتے ہیں: ا۔ عسکری، ۲۔ معاشی۔ پاکستان عسکری اعتبار سے ناقابل تسخیر پوزیشن میں ہے اور اللہ کے فضل سے معاشی اعتبار سے ''ٹیک آف'' کی پوزیشن میں ہے۔ (تاہم یہاں طاقت کے تیسرے ستون یعنی قومی و ملی کردار کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے)

۵۔ عراق میں پاکستان اس وقت تک فوج نہیں بھیجے گا جب تک اقوام متحدہ یا او آئی سی کے پلیٹ فارم سے اس مسئلہ کو ایڈریس نہ کیا جائے۔ اس کے بعد پارلیمنٹ اور پاکستان کے عوام ہی آخری فیصلہ کریں گے۔

جنرل پرویز مشرف کے اس دورے کے بعد او آئی سی کا دسواں سربراہی اجلاس ملائشیا میں منعقد ہوا۔ اس سلسلے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ پاکستان کے پانچ سابق وزرائے خارجہ نے او آئی سی کے نام ایک خط لکھا۔ جناب آغا شاہی، سردار آصف احمد علی، گوہر ایوب خان، سرتاج عزیز اور عبد الستار نے اپنے خط کے ذریعے اس امر کی نشان دہی کی کہ ''اقوام متحدہ کی اجازت اور قانونی مینڈیٹ کے بغیر خود مختار اقوام کے خلاف پیشگی حملہ کا نظریہ اور یک طرفہ فوجی کارروائی سرکشی کے مترادف ہے۔'' اس خط کے مندرجات کی اہمیت اپنی جگہ مسلم، لیکن قومی نقطہ نگاہ سے یہ بات ہمارے لیے اس وجہ سے زیادہ اہم ہے کہ ایک تو سب ہمارے وزرائے خارجہ ہیں۔ انہوں نے عالم اسلام کے درد کو

محسوس کرتے ہوئے اپنے تئیں آواز بلند کی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ وزراے خارجہ مختلف سیاسی جماعتوں سے منسلک رہے ہیں۔ سیاسی اختلافات کے باوجود ملی امور پر خیالات کی یکسانیت سے پاکستان کے خارجہ امور پر وحدت خیال پنپتی دکھائی دیتی ہے جو یقیناً قابل تحسین اور خوش آئند ہے۔

او آئی سی کے اجلاس میں جنرل پرویز مشرف، مہاتیر محمد اور شہزادہ عبد اللہ چھائے ہوئے نظر آئے۔ جنرل پرویز مشرف نے بجا طور پر تہذیبوں کے تصادم کے نظریے کو غلط قرار دیا اور او آئی سی کی تشکیل نو پر مثبت انداز میں زور دیا تا کہ یہ تنظیم زیادہ فعال اور سرگرم ہو سکے۔ جہاں تک جنرل پرویز مشرف کی ''اعتدال پسند روشن خیالی'' کا ذکر ہے، بظاہر یہ خوب صورت نعرہ ہے، بہتر ہوتا کہ اس کی تعبیر کرتے ہوئے ممکنہ جہتوں کا بھی احاطہ کیا جاتا۔

کانفرنس کے موقع پر ہم روسی صدر پیوٹن کے اس بیان کا بھی خیر مقدم کرتے ہیں کہ ''دہشت گردی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ اسے کسی خاص مذہب کے ساتھ منسلک نہیں کیا جانا چاہیے'' اس کے ساتھ ساتھ او آئی سی کے رابطہ گروپ برائے کشمیر کے کلمہ حق کی بھی تعریف کرنی پڑتی ہے۔ رابطہ گروپ نے بھارتی فیصلے کی مذمت کی ہے جس کے مطابق بھارت نے کنٹرول لائن پر عالمی مبصرین کی تعیناتی کی پاکستانی تجویز کو مسترد کر دیا تھا۔ رابطہ گروپ کے کلمہ حق سے بھارت کو خاطر خواہ شرمندگی اٹھانی پڑی ہے۔

او آئی سی کے اجلاس کے بعد سعودی ولی عہد شہزادہ عبد اللہ بن عبد العزیز پاکستان کے دورے پر تشریف لائے۔ ان کا استقبال پروٹوکول سے ہٹ کر کیا گیا۔ اگرچہ نظر آ رہا تھا کہ اس استقبالیے کے ذریعے میاں نواز شریف کے استقبالیے کو دھندلانے کی کوشش کی جا رہی ہے لیکن اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ سرکاری گرم جوشی کے باوجود عوامی سطح پر وہ جوش و خروش سامنے نہیں آ سکا جو میاں صاحب کے دور میں تھا۔ بہر حال پاکستان سعودیہ تعلقات کے تاریخی پس منظر میں ایسا استقبالیہ شہزادہ عبد اللہ کا حق تھا۔ اس وقت بھی دونوں ممالک کی دوطرفہ تجارت کا حجم ایک ارب ڈالر مالیت کے قریب ہے جسے بہت بڑھایا جا سکتا ہے۔ امید کی جانی چاہیے کہ پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات عسکری اور مالی شعبوں میں مزید پروان چڑھیں گے۔ ایسے دوروں کے نتائج اسی قسم کے برآمد ہونے چاہییں۔

شہزادہ عبد اللہ کے دورہ کے بعد وزیر اعظم پاکستان جناب ظفر اللہ جمالی نے ایران کا دورہ کیا۔ یہ دورہ عالمی حالات کے تناظر میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ایران پر دباؤ بڑھ رہا ہے اور اس نے اپنے ایٹمی پروگرام کا معائنہ کرانے پر رضامندی بھی ظاہر کر دی ہے۔ ایران سے تعلقات کے ضمن میں ہمیں بھارتی فیکٹر پیش نظر رکھنا ہوگا کہ پچھلے ایک عشرے میں دونوں ممالک میں تعلقات تیزی سے پروان چڑھے ہیں۔ ایک بات ''زحمت میں رحمت'' کے مصداق مثبت ہوگئی ہے کہ بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ سے بھارت ایران تعلقات میں ''توازن'' شامل ہو گیا ہے۔ اسرائیلی عزائم کے پیش نظر ایران کو بھارت سے تعلقات کی نوعیت پر از سر نو غور کرنا پڑے گا۔ عالمی سیاست کی نئی صف